مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

صلوٰۃ اور عبادت

مارچ ۷۱ء کے المعارف میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "صلاۃ کا ربط زندگی سے"۔ اس میں وضاحت کی گئی تھی کہ "اقامت صلوٰۃ" کا مطلب صرف نماز پڑھ لینا نہیں بلکہ یہ ایسا نظام ہے جو پوری زندگی پر حاوی ہے۔ ہر وہ کام بھی داخل نماز ہے جس کے بغیر نماز یا تو ہوتی ہی نہیں یا ادھوری ہوتی ہے۔ مثلاً طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی لہٰذا پانی حاصل کرنے کے جتنے ذرائع ہیں وہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ ستر پوشی بھی نماز کے لیے ضروری ہے لہٰذا حصولِ لباس کے وسائل بھی نماز ہی کا جز ہیں۔ نماز کے لیے مسجد بھی مطلوب ہے۔ پس تعمیر مسجد کے تمام اسباب کو بھی نماز ہی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔ نماز کے لیے یکسوئی ضروری ہے۔ پس ایسا معاشری نظام بھی داخلِ نماز ہے جو نمازیوں کو ہر طرح کا ذہنی سکون بخشے اور دماغی انتشار سے محفوظ رکھے۔ ہم ان تمام باتوں کو صلاۃ ہی سمجھتے ہیں۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ عین نماز نہیں لیکن ان کو اجزائے صلوٰۃ یا شرائط صلوٰۃ قرار دینے سے مفر نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

من جلس فی المسجد منتظر الصلوٰۃ فھو فی الصلوٰۃ	جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا وہ بھی نماز ہی میں ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب انتظار نماز میں بیٹھے رہنا بھی نماز ہے تو نماز کے لیے ضروری اسباب مہیا کرنا کیوں نماز نہ ہوگا؟

ہمارے ایک کرم فرما[۱] کا کہنا ہے کہ آپ تمام لوازم صلوٰۃ کو عبادت تو کہہ سکتے ہیں لیکن

---

[۱] مولانا منظور احسن عباسی

اسے صلوٰۃ نہ کہیے ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے کرم فرمانے صحیح رائے دی ہے کیونکہ عبادت کا لفظ صلوٰۃ سے وسیع تر ہے ۔

عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے جس کا صحیح ترجمہ ہمارے پاس نہیں کیونکہ اس میں اطاعت اور پرستش دونوں داخل ہیں ۔ صرف اطاعت تو اللہ کی بھی ہوتی ہے ۔ رسول کی بھی اور اولی الامر کی بھی (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) لیکن پرستش صرف اللہ کی ہوتی ہے ۔ پرستش نہ رسول کی ہوتی ہے نہ اولی الامر کی ۔ پرستش اللہ کے سوا جس کی بھی ہوگی وہ شرک ہوگی ۔ خواہ رسول کی ہو یا اولی الامر کی یا کسی اور کی ۔ اس لیے یہ کہنا تو صحیح ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ اور رسول کی عبادت کرو ایسا کیوں ہے ؟ اس لیے کہ عبادت کا صرف ایک جزو ـــ اطاعت ـــ تو اللہ ہی کے حکم سے رسول اور اولی الامر کی بھی کی جاتی ہے لیکن عبادت کا دوسرا حصّہ ـــ پرستش ـــ اللہ ہی کے حکم سے صرف اللہ کی ہوتی ہے کسی اور کی نہیں ہوتی ۔

اطاعت اور پرستش دونوں کے مجموعے کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کو بنایا گیا ہے ۔ ورنہ دنیا میں اب تک یہ حال ہے کہ کسی کی اطاعت ہوتی ہے اور کسی کی پرستش ۔ چاند، سورج، پیپل، دریا، گائے اور بُت کی اب بھی دنیا میں پرستش تو ہوتی ہے لیکن ان چیزوں کی اطاعت نہیں ہوتی اور ہو بھی نہیں سکتی ۔ اسی طرح رسول یا اولی الامر کی اطاعت تو ہوتی ہے لیکن ان کی پوجا نہیں ہوتی ۔ اسلام نے اطاعت اور پرستش دونوں کا ایک ہی مرکز قرار دیا ہے اور وہ ہے ذات باری تعالیٰ ۔ اللہ نے پرستش کو تو اپنے لیے مخصوص رکھا ہے لیکن نظام عالم چلانے کے لیے اس نے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کی اجازت دی ہے ۔ اجازت نہیں بلکہ حکم دیا ہے اور یہ وضاحت کر دی ہے کہ :

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ — جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے عین اللہ ہی کی اطاعت کی ۔

جب اللہ ہی نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا تو ظاہر ہے کہ یہ اطاعتِ رسول در اصل اللہ ہی کی اطاعت ہے ۔ اسی طرح اس نے اولی الامر کی اطاعت کا جو حکم دیا ہے وہ بھی عین

اللہ ہی کی اطاعت ہے ۔ یہ حکم طاعت "مطلق" نہیں بلکہ مشروط ہے جس کی وضاحت آنحضورؐ نے یوں فرمائی ہے کہ،

لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ — جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی جہاں اور جتنی اطاعت کا حکم دے وہ عین طاعتِ الٰہی ہے اگر اللہ کسی کی پُوجا کا حکم دیتا تو وہ بھی طاعتِ خداوندی ہی ہوتی لیکن اس نے پوجا کی کوئی قسم کسی غیر اللہ کے لیے روا نہیں رکھی اس لیے اسے اللہ کے لیے مخصوص رکھنا بھی عین طاعتِ خداوندی ہی ہے۔ یہاں بارگاہِ خداوندی میں آکر طاعتِ الٰہی اور پرستش الٰہی گویا ہم معنی ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونوں کے لیے ایک ہی لفظ ہے "عبادت"۔

ہماری فقہ میں اسلام کو چار خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ عقاید[1]، عبادات[2]، اخلاق[3] اور معاملات[4]۔ یہ تقسیم مسائل شریعت کو الگ الگ سمجھانے کے لیے کی گئی ہے ۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے ۔ یہ چاروں خانے جدا جدا یا باہم غیر متعلق ہیں ۔ زندگی ایک وحدت ہے اور اسلام کے یہ چاروں اجزا بھی دراصل ایک وحدت ہی کے مختلف پہلو ہیں ۔ یہ سب آپس میں اس طرح مربوط اور پیوستہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عبادات میں صرف نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج داخل ہیں یا کچھ اوراد و وظائف ہیں ۔ لیکن یہ صحیح نہیں ۔ عبادت کے معنی ہیں عبد ہو جانا ۔ ہمہ تن غلام بن جانا ۔ عبادت کا تعلق پوری زندگی سے ہے ۔ زندگی کا کوئی لمحہ، کوئی سانس اور کوئی حرکت و سکون حتیٰ کہ کوئی خیال بھی ایسا نہیں جو عبادت کے دائرے سے باہر ہو ۔ صاحبِ ایمان کا ہر کام عین عبادت ہے اگر وہ ہدایتِ ربانی کے مطابق ہو ۔ جس طرح اس کی صلوٰۃ عبادت ہے اسی طرح اس کا روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی عبادت ہے حالانکہ روزہ، حج اور زکوٰۃ "صلوٰۃ" نہیں ۔ اور جس طرح یہ چاروں ارکان اسلام عبادت ہیں اسی طرح اس کا جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کرنا بھی عبادت ہے ۔ حتیٰ کہ اس کا جاگنا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، دوکانداری 4 کھیتی باڑی، شادی بیاہ، عہد و پیمان، صلح و جنگ غرض سارے انفرادی و اجتماعی مفاد کے کام عین عبادات ہیں ۔ کیوں؟ اس لیے کہ جب مومن عَبد بن گیا تو اس کا ہر فعل عبادت ہو گیا ۔ اس کی عبدیت

صرف اسی اثنا میں نہیں رہتی جبکہ وہ صوم و صلوٰۃ یا حج وزکات ادا کر رہا ہو۔ وہ پہلے بھی مجسم عبدیت تھا اور بعد میں بھی سراپا عبدیت ہے۔ اس عبد کی عبدیت تھی ہی اس لئے کہ اس نے اپنا ہر قدم ہدایتِ ربّانی کے مطابق اٹھانے کا عہد کر لیا تھا جو سپاہی ہوتا ہے وہ فقط اسی وقت سپاہی نہیں ہوتا جبکہ وہ پریڈ کر رہا ہوتا ہے وہ ہر آن سپاہی ہے۔ پریڈ سے پہلے بھی۔ پریڈ کے دوران بھی اور پریڈ کے بعد بھی۔ اسی طرح عَبد ہر حال میں عبد یعنی عبادت گزار ہے خواہ وہ نماز کے وقت نماز ادا کر رہا ہو یا کھیتی کے وقت ہل چلا رہا ہو۔ بھوک کے وقت کھانا کھا رہا ہو یا نیند کے وقت سو رہا ہو۔

اس موقعے پر ایک ارشاد نبوی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ ایک عورت نے آکر حضورؐ سے عرض کی کہ: یارسول اللہ! میں ایک نوجوان عورت ہوں اور حال ہی میں میری شادی ہوئی ہے لیکن میرا شوہر ساری رات نمازوں میں گزار دیتا ہے اور میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حضورؐ نے اسے بلاکر تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اپنی رفیقۂ زندگی سے بھی دلچسپی لو، ملاعبت کا فریضہ انجام دو ــــــ

اللہ اکبر! کیا دنیا کا کوئی ایسا روحانی مصلح بھی دکھایا جا سکتا ہے جو رفیقۂ حیات کی خاطر نوافل اور ذکر الٰہی کو چھڑا دے؟ یا اسے کم کرا کے وظائف زوجیت کو اس پر ترجیح دے؟ ذرا اس نبوی اندازِ فکر پر غور کیجیے۔ حضورؐ زندگی میں اور زندگی کے سارے شعبوں میں ایک حسین امتزاج اور ایک لطیف توازن پیدا فرمانا چاہتے ہیں۔ اسی کا نام ہے احسان یعنی حُسن کاری۔ زندگی کے مختلف خانوں میں اگر توازن و تناسب نہ رہے تو ایک خانے کی زائد از ضرورت پُری دوسرے خانے میں خلا پیدا کر دے گی اور توازن بگڑ کر زندگی کا حُسن و جمال مجروح ہو جائے گا۔ حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ ایک متوازن و حسین زندگی کا قیام ہے۔ یعنی ہر کام اپنے اپنے موقع پر اپنے اپنے اندازِ صحیح کے مطابق چلتا ہے۔ یہی تو وہ تربیت ہے جو صلوٰۃ سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح صلوٰۃ اپنے موقع سے ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح زندگی کے دوسرے کام اپنے اپنے موقع اور وقت پر ادا ہوں یعنی البسا نہ ہو کہ:

گری یہ قوم سجدے میں جہاں وقتِ قیام آیا

زندگی صرف قیام و قعود اور رکوع و سجود کا نام نہیں، زندگی میں بے شمار دوسرے فرائض بھی داخل ہیں۔ اگر رکوع و سجود کی کثرت اتنی ہو جائے کہ دوسرے فرائض کے خانے خالی رہ جائیں

تو نظامِ توازن میں بگاڑ پیدا ہو جاتے۔ اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے بکثرت اور زائد از ضرورت کھا لینے سے نظامِ صحت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کا لایا ہوا نظام بھی عدل و توازن کا نظام ہے حضورؐ یہ کیوں کر گوارا فرما سکتے تھے کہ ایک شوہر ساری رات نوافل میں گزار دے اور اپنی رفیقۂ زندگی کا فطری حق ادا نہ کرے بلکہ ساری زندگی کے مختلف خانوں میں بے توازنی پیدا کر کے احسان کو مجروح کر دے؟ یہ ارشادِ نبویؐ بڑا ہی معنی خیز ہے کہ:

اللہ جمیل ویحب الجمال — اللہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

حُسن و جمال تو نام ہی ہے توازن و تناسب کا۔ زندگی کی وحدت بھی اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب اس کا توازن برقرار رہے اور اس کا ہر خانہ اپنی حد کے اندر رہے۔ جس طرح ذکر و فکر سے رُوحانی لذت حاصل کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح مادّی لذتوں کا صحیح استعمال بھی عبادت ہی ہے۔

مختصر یہ کہ عبدِ مومن کا ہر کام عین عبادت ہے کیونکہ وہ ہدایتِ ربّانی کے مطابق ہوتا ہے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ پوری زندگی عبادت ہونے کے باوجود تمام طرح کی عبادات کے درجوں میں تفاوت موجود ہے۔ فرض نماز اور نفلی نماز دونوں ہی نمازیں ہیں۔ دونوں اللہ کے لیے ادا کی جاتی ہیں لیکن جو درجہ فرض کا ہے وہ نفل کا نہیں۔ نماز کا جو مقام ہے وہ روزے کا نہیں اگرچہ دونوں فرض ہیں۔ مادّی زندگی میں بھی جو درجہ ہوا کا ہے وہ پانی کا نہیں اور جو پانی کا ہے وہ غذا کا نہیں۔ ضروری تو یہ سب ہی ہیں لیکن ضروری اور ضروری کا فرق بہرحال ایک حقیقت ہے۔ انسانی جسم میں بھی یہی تفاوت موجود ہے۔ دل و دماغ کا جو درجہ ہے وہ آنکھوں کا نہیں اور آنکھوں کا جو مقام ہے وہ ناخنوں اور بالوں کا نہیں۔

لیکن ایک اور حقیقت بھی ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور وہ یہ ہے کہ کسی خاص موقعے اور محل کے مخصوص تقاضوں کی وجہ سے ایک کم درجے کی معمولی شے بعض اوقات ہزار بلند مقام چیزوں پہ بھاری ہو جاتی ہے۔ فرض کیجیے آپ کے ڈرائنگ روم میں ایک سے ایک نادر چیزیں موجود ہیں

اعلیٰ درجہ کا صوفہ سیٹ نادر آرٹ کی قیمتی تصویریں بیش قیمت پردے اور قالین، نوادر سے بھرا ہوا شوکیس، ریڈیو گرام، ٹی وی سیٹ وغیرہ سب کچھ موجود ہے اور ڈرائنگ روم گویا عجائب گھر بنا ہوا ہے۔ یکایک آپ کو اس کمرے میں ایک زہریلا سانپ رینگتا ہوا نظر آجاتا ہے اور آپ کو اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ اُس وقت آپ کے عجائب گھر کے سارے قیمتی نوادر پہ وہ ڈنڈا بھاری ہے جس کی قیمت صرف چند پیسے ہیں۔ وہ بے قیمت ڈنڈا اس وقت کی تمام بیش قیمت اور نادر نمونوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا کیونکہ اس کی ایک ضرب آپ کی جان بچا لینی ہے۔ بالکل یہی شکل ان تمام اعمالِ زندگی کی بھی ہے جن کو ہم لفظ عبادات سے تعبیر کرتے ہیں۔ مردِ مومن کا ہر قدم عبادت ہے اور اس میں تفاوتِ درجات بھی موجود ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک معمولی سا بظاہر بے قیمت عمل اس کی پوری زندگی کی نیکیوں پر بھاری ہوتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ صرف ایک سچی گواہی ساری عمر کی نمازوں سے زیادہ قیمتی ہو۔ ایک پیاسے کُتّے کو پانی پلا دینا ہی اس کے سارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور یہ عنایتِ ربّانی کسی دوسری بظاہر بیش قیمت عبادت سے نہ حاصل ہو۔ اور ٹھیک اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بظاہر معمولی سی بُرائی ساری نیکیوں کو غارت کردے۔ صرف بدکلامی کی عادت ساری نمازوں کا ثواب رائیگاں کردے اور ایک بلّی کو بھوکا رکھ کر مار ڈالنے کا صلہ جہنم کی شکل میں ملے۔ اور اسی طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک بظاہر معمولی درجے کے عمل سے بڑی بڑی عبادتوں کا درجہ حاصل ہو جائے۔ یہ باتیں ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ یہ ارشادات رسول کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ چند احادیث سن لیجیے:

۱۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور موطا میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث منقول ہے ایک شخص نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر کس طرح مغفرت حاصل کرلی۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:-

ان امرأۃ بغیا رأت کلبًا فی	ایک بدکار عورت نے سخت گرمی کے
یوم حارٍّ یطیف ببئرٍ قد اولع	دنوں میں ایک کُتّے کو دیکھا کہ پیاس سے اپنی
لسانہ من العطش فنزعت لہ	زبان باہر نکالے ایک کنوئیں کے گرد گھوم

موقها فغفر لها۔

رہا ہے۔ اس نے اپنا موزہ نکال کر اسے سیراب کیا اور اس کی مغفرت ہو گئی۔

۲۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ حدیث مروی ہے کہ:۔

دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاکل فی خشاش الارض۔

ایک عورت جہنم میں محض ایک بلی کی وجہ سے گئی جسے اس نے باندھ رکھا تھا۔ نہ اسے کھانے کو دیا نہ اسے رہا کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر پیٹ بھرے۔

۳۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضؓ سے یہ ارشاد نبویؐ منقول ہے کہ:۔

ان المؤمن لیدرک بحسن خلقه درجة الصائم القائم۔

مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے صائم النہار اور شب زندہ دار کا درجہ پا لیتا ہے۔

۴۔ مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت یوں ہے:

قال رجل یا رسول اللہ ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها وصدقتها وصومها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها۔ قال هی فی النار۔ قال یا رسول اللہ ان فلانة تذکر من قلة صیامها وصلاتها وانها تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانها جیرانها قال هی فی الجنة۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ایک عورت ہے جس کی صلاۃ، صدقہ اور صوم کی کثرت کا شہرہ ہے مگر وہ اپنی زبان سے پڑوسیوں کو دکھ پہنچاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ دوسری عورت ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ روزے اور نماز سے معمولی تعلق رکھتی ہے اور صرف پنیر کے ٹکڑے صدقے میں دے دیتی ہے لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت نہیں پہنچاتی۔ حضورؐ نے فرمایا: وہ جنتی ہے۔

۵۔ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابو الدرداء سے ایک حدیث یوں مروی ہے:۔

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوٰۃ والصدقۃ؟ قالوا بلیٰ۔ قال صلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ۔

مَیں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقے سے بھی زیادہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا! ہاں یارسول اللہ۔ فرمایا: باہم صلح رکھنا۔ کیونکہ باہمی فساد تو تباہ کن چیز ہے۔

مذکورۂ بالا احادیث میں ہر ایک کے مختلف پہلو ہیں۔ ان سب کی تشریح اس وقت پیشِ نظر نہیں۔ ان سب میں جو مشترک نکتہ ہے وہ صرف یہ ہے بعض باتیں ہماری نگاہوں میں بڑی معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں وہ بڑی اہم ہوتی ہیں اور بعض چیزوں کو ہم ان معمولی باتوں کے مقابلے میں بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ حالانکہ عند اللہ ان کی وہ اہمیت نہیں ہوتی۔

اس حقیقت کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کسی چیز کی اہمیت اس کے لوازم و شرائط یا دوسرے اجزا سے مل کر ہوتی ہے۔ تنہا اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہوتا۔ سحری کا سارا ثواب اس وقت ہوتا ہے جب روزہ بھی رکھا جائے۔ روزے خور ساری عمر بھی سحری کھاتا رہے تو اس کا کوئی ثواب نہیں کمر بند کی ساری اہمیت اس صورت میں ہے جب پاجامہ یا شلوار بھی ہو۔ اگر شلوار ہی نہ ہو تو صرف کمر بند باندھ لینے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں اسی طرح یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ عبادات — یعنی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، تنہا کوئی بڑی عبادات نہیں جب تک اس کے تقاضے، شرائط اور لوازم پورے نہ کیے جائیں۔ یہی وہ روح ہے جو مذکورۂ بالا احادیث میں کارفرما ہے۔ ان کا مقصد روزے، نماز وغیرہ کی اہمیت کو گھٹانا نہیں بلکہ ان کے ان تقاضوں کی اہمیت کو واضح کرنا ہے جن کو نماز روزے سے الگ اور بہت معمولی خیال کیا جاتا ہے۔

ہم نے اپنے سابق مضمون میں جن لوازمِ صلوٰۃ کو صلوٰۃ ہی کہہ کر پیش کیا ہے وہ ایسے ہی لوازم ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی یا بالکل نامکمل ہوتی ہے۔ مگر لوگ اسے محض دنیاداری کا کام سمجھتے ہیں عبادت نہیں سمجھتے۔ مسجد کو اللہ تعالیٰ نے ”صلاۃ“ کہا ہے۔ حالانکہ وہ صلاۃ نہیں موضعِ صلاۃ ہے۔ قد قامت الصلوٰۃ کہتے ہیں حالانکہ نماز کھڑی نہیں ہوتی۔ نمازی کھڑے ہوتے ہیں۔ وَصَلِّ علیھم قرآن میں ہے لیکن اس کے معنی نماز پڑھنے کے نہیں صرف دعائے خیر

کہے ہیں۔ سال المیزاب (پرنالا بہا) بولتے ہیں۔ حالانکہ پرنالہ نہیں بہتا۔ پانی بہتا ہے۔ قَتَلَهُمْ سیوفنا (ان کو ہماری تلواروں نے قتل کیا) کہتے ہیں حالانکہ قتل کرنے والے انسان ہوتے ہیں تلوار خود نہیں قتل کرتی۔ دنیا کی ساری مشہور زبانوں میں اس طرح کے محاورے رائج ہیں جن میں کسی شئی کو اس کے آلے کے نام سے یا موضع کے نام سے یا جزء کے نام سے یا سبب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے لیے تسمیۃ الشئ باسمہ آلتہ، موضعہ، سببہ، او لاجزئہ وغیرہ کی اصطلاحیں عربی ادب میں موجود ہیں۔ ہم نے تسمیۃ الشئ باسم لوازمہ وشرائطہ ومقتضیاتہ کی "غلطی" کی ہے۔ بہرکیف ہمیں اس پر کوئی اصرار نہیں۔ ہم اپنے کرم فرما کے لفظ عبادت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ سے زیادہ جامع وہمہ گیر ہے لیکن ان عبادات کو صلاۃ سے الگ کرکے اور اتنا بے وقعت بنا کر نہیں پیش کرنا چاہیے کہ ان کا شمار محض دنیا داری میں ہونے لگے۔

دنیا کے سارے کاروبار دنیاداری بھی ہو سکتے ہیں اور عین دینداری بھی۔ ان دونوں کا دارو مدار نیت پر ہے محض زبانی نیت نہیں بلکہ اس کے مطابق طرزِ عمل بھی۔ لیکن اس میں فقط دنیاوی کاروبار ہی داخل نہیں۔ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ بھی عین دنیا داری ہو سکتے ہیں۔ اگر نیت میں للّٰہیت نہ ہو۔ پس یہ سمجھنا درست نہیں کہ ارکانِ اسلام۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج ــــ تو ہر حال میں عبادت ہے اور کاشتکاری، انجینئری، طبابت، کارخانے، معاشی اصلاح ــــ اور وہ تمام کاروبار جن کا ہم اپنے سابق مضمون میں ذکر کر چکے ہیں ــــ عبادت نہیں دین اس دنیا سے کوئی علیحدہ شئے نہیں۔ اسی دنیا کو مرضی الٰہی کے مطابق چلانے کا نام دین ہے۔ دنیا سے الگ اور بے تعلق ہو کر نماز، روزے کی زندگی گزارنا کوئی دینداری نہیں۔ اس سے کہیں زیادہ دیندار وہ ہے بفحوائے حدیث جو بقدر ضرورت نماز روزے ادا کرتا ہے اور اپنا زیادہ وقت نفع بخش پیداوار میں لگاتا ہے۔

یہاں "نفع بخش" کا مطلب سمجھ لینا چاہیے۔ پیداواری مشاغل میں تو ساری دنیا ہی لگی ہوئی ہے۔ وہ سب کے سب نفع بخش نہیں بلکہ "نفع اندوز" ہیں۔ ان کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے گراں فروشی کرنا، پیداوار کو غائب کر دینا۔ احتکار کرنا، اسمگلنگ کرنا، غرض استغلال واستحصال کے ذریعے زیادہ سے زیادہ